اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ○

(بنی اسرآئیل:19)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَر

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ○ (الکھف:110)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

دنیا کی بے ثباتی:

دنیا دارالفناء ہے، آخرت دارالبقاء ہے۔دنیا دارالغرور ہے، آخرت دارالسرور ہے۔ دنیا دارالعمل ہے، آخرت دارالجزاء ہے۔ یہ چند روزہ دنیا دارالامتحان ہے۔حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے' یہ دنیا سیرگاہ نہیں، تماشا گاہ نہیں، آرام گاہ نہیں، یہ امتحان گاہ ہے،افسوس کہ ہم میں سے بعض لوگوں نے اسے چراگاہ بنالیا ہے۔ یہ دنیا عارضی ہے آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ دنیا اینٹ گارے سے بنی ہے، فنا ہونے والی ہے پھر بھی انسان اس سے محبت کرتا ہے اور آخرت سونے چاندی سے بنی ہے، باقی رہنے والی ہے لیکن پھر بھی انسان اس کی طرف رغبت نہیں کرتا۔

سچے صوفی کی پہچان:

آخرت کی طرف انسان کا رجوع ہو جائے، اَلتَّجَا فِیْ عَنْ دَارِالْغُرُوْرِ اس دھوکے کے گھر سے بے رغبتی ہو جائے اور آخرت کی طرف انسان کی دلچسپی ہو جائے، اٹھتے بیٹھتے لیٹتے جاگتے، ہر وقت اسے

آخرت کی تیاری کا غم لگا رہے، یہی تصوف کا بنیادی مقصد ہے۔امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے، جب اضطراب نہ رہا تو تصوف رخصت ہو گیا۔صوفی اس آدمی کو کہتے ہیں جو اللہ تعالی کی محبت میں مضطرب ہو، اللہ کی ملاقات کیلئے بے قرار ہو۔اسی لئے فرمایا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور جو آخرت کا ارادہ کرے اور کوشش کرے جیسے کوشش کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا ہو فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (بنیٓ اسرآئیل:19) تو یہ لوگ ہیں جن کی کوشش کو اللہ رب العزت پذیرائی بخشتے ہیں۔گویا اس دنیا سے انسان کا بے رغبت ہونا اور دل میں آخرت کا شوق ہونا ایک سچے صوفی کی پہچان ہے۔

اوراد و وظائف کا بنیادی مقصد:

دنیا کی محبت دل سے کیسے نکلے اور آخرت کی رغبت کیسے پیدا ہو، اللہ رب العزت کی محبت دل میں کیسے پیدا ہو؟ اس کیلئے ذکر کی کثرت سکھائی گئی ہے۔مراقبہ کروانے کا مقصد اور اوراد و وظائف کا مقصد دل میں محبت الٰہی کا پیدا کرنا اور دل سے دنیا کی محبت نکال دینا ہے۔

گناہوں سے بچنے کی دو صورتیں:

دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو گناہوں سے بچا سکتی ہیں۔یا تو انسان کے دل میں اللہ رب العزت کی ملاقات کا شوق ہو یا اللہ رب العزت کے سامنے پیشی کا خوف ہو۔ان دونوں کے بغیر گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔

سب سے بڑی باطنی بیماری:

دل ایک برتن کی مانند ہے اس میں دو میں سے ایک چیز سما سکتی ہے۔محبت الٰہی یا محبت دنیا۔حدیث پاک

میں فرمایا گیا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ (جامع الاحادیث ص ۳۲۶ ح ۴۵۰۳۰) دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اے کاش! ہمارے پاس وہ کچھ ہوتا جو قارون کے پاس تھا۔ قارون کے دور کے لوگ بھی یہی کہتے تھے۔ اس لئے کہ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (القصص: 79) (بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے)

عجیب بات یہ ہے کہ آج ہم باقی سب گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں مگر دنیا کی محبت کے گناہ سے توبہ نہیں کرتے۔ آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ آدمی اس بات پر بیٹھا رو رہا ہو کہ اے اللہ! میرے دل سے دنیا کی محبت نکال دے اور میرے اس گناہ کو معاف فرما دے۔ عالم بھی، جاہل بھی، عام بھی خاص بھی، باقی سب گناہوں سے توبہ کریں گے، مگر شاید حب دنیا کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اس لئے اس سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ کی نیک بندی رابعہ بصریہؒ تہجد کے وقت اٹھ کر دو دعائیں خاص طور پر مانگتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اے اللہ! رات آ گئی، ستارے چمک رہے ہیں، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے، تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے میں تیرے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔ اور دوسری دعا یہ مانگتی تھیں کہ اے وہ ذات جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے، دنیا کی محبت کو میرے دل میں داخل ہونے سے روک دے۔

دنیا سے منہ موڑنے کا مطلب:

جب یوں کہا جاتا ہے کہ دنیا کی محبت دل میں نہ ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان غاروں میں جا کر زندگی گزارے، ماحول معاشرہ سے ہٹ کٹ کر زندگی گزارے۔ نہیں بلکہ اسی ماحول میں رہتے ہوئے زندگی گزارے مگر دل اللہ رب العزت کی محبت میں سرشار ہو۔ حضرت مرشد عالمؒ ایک عجیب بات

ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی کی طرف جو راستہ جاتا ہے وہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا بلکہ انہی گلی کوچوں بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔اسی ماحول معاشرہ میں رہیں گے اور زندگی کو اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کے مطابق بنائیں گے تو ہمیں اللہ رب العزت کی معرفت نصیب ہوگی۔گویا رہنا بھی پانی میں ہے اور اپنے پروں کو گیلا بھی نہیں ہونے دینا۔کسی شاعر نے کہا،اے مخاطب! تو مرغابی سے سبق سیکھ کہ وہ پانی میں تو بیٹھتی ہے مگر اس کے پر پانی سے گیلے نہیں ہوتے،خشک ہی رہتے ہیں۔لہذا جب اسے پرواز کرنا ہوتی ہے تو وہ ایک ہی لمحہ میں پرواز کر جاتی ہے اور جس مرغابی کے پر گیلے ہو جائیں اس میں پرواز کے وقت اڑنے کی طاقت نہیں ہوتی۔شکار کرنے والے لوگ مرغابی کے بارے میں اس بات کو جانتے ہیں۔مومن بھی اسی طرح دنیا میں رہے مگر اپنے آپ کو دنیا کی آلائشوں سے پاک رکھے۔

دنیا کسے کہتے ہیں؟

یاد رکھئے کہ مال و دولت کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو اللہ رب العزت سے غافل کر دے اسکا نام دنیا ہے۔

چیست دنیا اَز خدا غافل بَدن نے قُماش و نُقرہ و فَرزند و زَن

مال،پیسے، بیوی، بچوں کا نام دنیا نہیں،دنیا تو رب العزت سے غافل ہونے کا نام ہے۔انسان دنیا میں اس طرح زندگی گزارے کہ غفلت دل سے نکل جائے اور انسان اللہ کا طلب گار رہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا بھی عجیب ہے۔حَلاَ لُھَا حِسَابٌ وَ حَرَامُھَا وَبَالٌ اس کا حلال ہو تو حساب دینا ہوگا اور اگر حرام ہو تو وہ انسان کیلئے وبال ہے۔

دنیا کی طلب کون کرتا ہے؟

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَلدُّنْیَا دَارٌ مَّنْ لَّا دَارَ لَہٗ وَ مَالٌ مَّنْ لَّامَالَ لَہٗ وَ لَھَا یَجْمَعُ مَنْ لَّاعَقْلَ لَہٗ (جامع الاحادیث ص ۸ ح ۱۲۴۳۰) دنیا اسکا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں، دنیا اسکا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کو وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں ہوتی۔ اصل چیز تو آخرت ہے۔ اسی لئے فرمایا اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلَابٌ کہ دنیا ایک مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہے۔

ہے لگا دنیا کا میلہ چار دن دیکھ لو اس کا تماشا چار دن
کیا کرو گے قصر عالی شان کو جبکہ ہے اس میں ٹھکانہ چار دن

اجتماع سالکین کا بنیادی مقصد:

اجتماع سالکین کا بنیادی مقصد ایسی ہی چیزوں کی یاددہانی ہے۔ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید فرماتے تھے کہ جب میرے دل میں سختی آتی تھی تو میں محمد بن واسعؒ کا چہرہ دیکھ لیا کرتا تھا اور میری دل کی گرہ کھل جایا کرتی تھی۔ گویا دل پر جو زنگ لگ جاتا ہے اس کا علاج ایسی محافل میں وقت گزارنے سے ہوتا ہے۔

ایمان کی کشتی کیسے ڈوبتی ہے؟

اگرچہ مال انسان کے ایمان کیلئے ڈھال ہے، جیسا کہ فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا (جامع الاحادیث ص ۲۴۲ ح ۱۵۴۱۸) قریب ہے کہ تنگدستی کفر تک پہنچا دے، مگر مال کی محبت دل میں نہیں ہونی چاہیئے۔ جیسے ایک کشتی اگر پانی میں ہو تو چل سکتی ہے اگر پانی نہ ہو تو کشتی ریت پر تو نہیں چلے گی۔ مگر جس طرح پانی کشتی کے اندر بھر جائے تو وہ کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح زندگی

گزارنے کیلئے مال ہو تو سہی، ہاتھ میں ہو یا جیب میں ہو، اگر ہاتھ اور جیب سے بڑھ کر یہ دل میں پہنچ جائے تو انسان کے ایمان والی کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دنیا سے بے رغبتی:

بعض ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ جن کے پاس مال آتا تھا تو انہیں خوشی نہیں ہوتی تھی اور جاتا تھا تو اس کا غم نہیں ہوتا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کا سامان تجارت ایک جہاز میں آیا۔ کسی نے آ کر بتایا کہ حضرت! اطلاع ملی ہے کہ وہ جہاز ڈوب گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، الحمدللہ۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ حضرت! وہ جہاز بچ کر کنارے لگ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا، الحمدللہ۔ ایک آدمی پوچھنے لگا' حضرت! ڈوبنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ اور بچنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ جب ڈوبنے کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے دل میں جھانکا تو اس میں اس کا غم نہیں تھا، اس لئے میں نے کہا الحمدللہ، اور جب بچنے کی اطلاع ملی تو میں نے دل میں جھانکا تو اس میں خوشی نہیں تھی، چنانچہ میں نے کہا الحمدللہ۔

عوام الناس کیلئے ایک خاص رعایت:

یہ کیفیات تو بڑے کاملین کی ہوتی ہیں۔ عوام الناس کی کیفیت چاہے وہ کتنے ہی نیک ہوں یہ نہیں ہو سکتی۔ ان کیلئے تو یہ مقصود ہو کہ اگرچہ مال پیسہ کے آنے سے وہ خوش ہو اور جانے کا اسے غم ہو مگر اس پر اللہ کی محبت غالب ہو۔ یعنی جب اللہ کا معاملہ آئے تو انسان مال کو لات مار دے۔

حضرت اقدس تھانویؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مال کی محبت سے منع نہیں کیا بلکہ مال کی احبیت سے منع فرمایا ہے۔ اسی لئے فرمایا: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ

وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ (التوبہ:24) ان تمام چیزوں کے بارے میں فرمایا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (التوبہ:24) اگر یہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر یہ نقصان دہ ہیں۔

دنیا کو ذلیل کر کے دل سے نکالنے کا طریقہ:

جب انسان ذکر کرتا ہے تو دل میں محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور دنیا کی محبت نکل جاتی ہے۔ جب حضرت سلیمانؑ کا پیغام ملکہ بلقیس کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کہ ہم کیا کریں۔ بعض نے کہا آپ ان سے جنگ کریں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ مگر اس نے کہا، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اَفْسَدُوْهَا تو وہ اس میں فساد مچا دیتے ہیں وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (النمل:34) اور وہ وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر کے نکال دیتے ہیں۔

اس پر مفسرین نے ایک تمثیل لکھی ہے کہ اگر قریہ سے مراد دل کی بستی لے لی جائے اور ملوک سے مراد مالک الملک کا نام اور اس کی محبت لے لی جائے تو تمثیل یوں بنے گی کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً جب اللہ کا نام دل کی بستی میں داخل ہوتا ہے اَفْسَدُوْهَا تو اس میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (النمل:34) اور دنیا جو اس کے دل میں معزز ہوتی ہے یہ اس کو ذلیل کر کے باہر نکال دیتا ہے۔ ذکر اللہ کی کثرت کیلئے بار بار اصرار کیا جاتا ہے کہ یہ انسان کے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا کر دیتی ہے۔ اسی لئے فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل:8) اللہ کے نام کا ذکر کر اور اس کی طرف تَبَتُّلْ اختیار کر۔ تَبَتُّل کہتے ہیں دنیا سے کٹنے اور اللہ سے جڑنے کو، سو اس کیلئے ذکر کی کثرت بنیادی چیز ہے

دنیا کی محبت کا عملی زندگی پر اثر:

اِنْقِطَاعٌ عَنِ الدُّنْیَا (دنیا سے بے رغبتی) جب تک نہ ہو اعمال کے اثرات نہیں ہوتے۔ جس آدمی کے دل میں دنیا کی محبت نہیں اس کے تھوڑے اعمال پر بھی زیادہ اثرات مرتب ہوں گے اور جس آدمی کے دل میں دنیا کی محبت ہے اس کے زیادہ اعمال پر بھی تھوڑے اثرات مرتب ہوں گے۔

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت:

جن کی زندگی میں نیکی اور تقویٰ ہو اور مشائخ کی صحبت میں زندگی گزاری ہو تو ان پر بھی اللہ کا رنگ ایسا چڑھ جاتا ہے کہ پھر دنیا ان پر اثر نہیں کرتی۔ دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ کیسے دنیا سے بے رغبتی کی زندگی گزارنے والے تھے۔ بعض لوگوں کو سانپ کا منتر آتا ہے۔ وہ سانپ کو پکڑ بھی لیں تو سانپ انہیں نقصان نہیں دیتا۔ صحابہ کرامؓ کو بھی دنیا کا منتر آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان کے قدموں میں آئے تو سونے چاندی کے ڈھیر لگ گئے تھے مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ سیدنا علیؓ نے محراب میں کھڑے ہو کر فرمایا یَاصَفْرَآءُ یَا بَیْضَآءُ غُرِّ غَیْرِیْ، اے سونا! اے چاندی! میرے غیر کو دھوکا دے، میں تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک ہی دن میں بارہ ہزار درہم خیرات کر دیئے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی کرامات میں سے بڑی کرامت، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا لشکر سمیت دریا میں سے پار ہو جانا ہے۔ مگر علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اس سے بھی بڑی کرامت یہ ہے کہ جب ان کے قدموں میں سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور دنیا کا دریا بہہ رہا تھا اس وقت وہ اپنے ایمان کی کشتی کو اس دریا میں سے سلامت بچا کر لے گئے۔

دنیا اور آخرت دو بہنیں ہیں:

بعض مشائخ کہتے ہیں کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی سوکنیں ہیں یعنی ایک کو راضی کرے تو دوسری ناراض، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دو بہنیں ہیں جو ایک آدمی کے نکاح میں جمع ہو ہی نہیں سکتیں، ایک سے نکاح کریں گے تو دوسری حرام ہو جائے گی۔

سونے کی بدبو:

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اگر سونے کو ہاتھ میں تھوڑی دیر کیلئے رکھیں تو ہاتھ سے بدبو آنے لگتی ہے۔ میرے دوستو! اگر ہاتھ میں سونے کی وجہ سے بدبو آ سکتی ہے تو اگر سونا دل میں ہو تو کیا اس دل سے بدبو نہیں آئے گی۔

حضرت علیؓ کا لوگوں سے خطاب:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؓ ایک دفعہ لوگوں سے خطاب کر کے یوں فرمانے لگے کہ:

اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَ ارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنٌ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ وَ غَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ (صحیح بخاری ص ۲۳۵۸)

”دنیا روز بروز منہ پھیرتی جا رہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جا رہی ہے اور دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کی مستقل اولاد ہے۔ تم دنیا کی اولاد نہ بنو بلکہ آخرت کی اولاد بنو۔ آج کے دن عمل کر لو مگر حساب نہ ہوگا اور کل کے دن حساب ہوگا مگر عمل کی مہلت نہ ملے گی“

ہاروت و ماروت سے بڑی جادوگرنی:

حدیث پاک میں فرمایا گیا اِحْذَرُوا الدُّنْیَا فَاِنَّھَا اَسْحَرُ مِنْ ھَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ (شعب الایمان ص ۳۳۹ ح ۱۰۵۰۴) تم دنیا سے بچو اس لے کہ دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرنی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کَانَ سِحْرُ ھَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ یُفَرِّقُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِہٖ کہ ہاروت اور ماروت جو جادو لائے تھے وہ جادو، میاں اور بیوی کے درمیان جدائی کرا دیتا تھا اور دنیا ایسی جادوگرنی ہے جو بندے اور پروردگار کے درمیان جدائی کرا دیتی ہے۔

دنیاداروں کی تعظیم کے نقصانات:

دنیادار لوگوں کی تعظیم ایک عظیم ابتلاء ہے۔ فرمایا گیا کہ نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وَ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۹۵) اگر کوئی دنیادار آدمی اللہ والوں کے دروازے پر آتا ہے تو یہ انتہائی قابل تحسین بات ہے، وہ دنیادار بھی اللہ کے نزدیک عزت والا بن جایا کرتا ہے اور جو فقراء کا لباس پہن کر دنیا داروں کے سامنے اپنی حاجات لے کر جاتا ہے وہ انتہائی ناپسندیدہ شخص ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا کہ جس نے کسی امیر آدمی کے سامنے اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کی اس کا دو حصے دین برباد ہو گیا۔

اکرام اور تواضع میں فرق:

یہاں ایک بات سمجھ لیجئے کہ اکرام اور تواضع میں فرق ہے۔ اکرام کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے اور تواضع کا تعلق دل سے ہے۔ اگر دنیادار کا اکرام دل سے کرے ظاہر سے نہیں تو دو حصے دین رخصت ہو جائے گا۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ دنیادار لوگوں کی

صحبت سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو، ان کا کھانا کھانے سے بھی بچو کیونکہ ان کا مرغن لقمہ بھی قلبی امراض میں اضافہ کر دیتا ہے، ان سے محبت بھی نہ کرو، حتی کہ ان کو دیکھنے سے بھی بچو۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور انکے ساتھیوں کا زہد:

حضرت سفیان ثوریؒ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کسی جگہ حدیث سیکھنے کیلئے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے سوچا کہ استاد کے پاس رہائش کا انتظام نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اپنے استاد کے پاس روزانہ جاتے اور سبق پڑھ کر واپس آجاتے۔ ان کے پاس سفر کیلئے جو سامان تھا وہ چند دنوں کے بعد ختم ہو گیا اور فاقہ شروع ہو گیا۔ تینوں دوستوں نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے دو آدمی تو پڑھنے چلے جایا کریں اور ایک آدمی مزدوری کیلئے جایا کرے، وہ مزدوری سے جو کما کر لائے گا وہ سب مل کر کھا لیا کریں گے۔ چنانچہ دو آدمی پڑھنے چلے گئے۔ تیسرا آدمی مزدوری کرنے کیلئے چل پڑا اس نے سوچا کہ جب مزدوری ہی کرنی ہے تو بڑے کی مزدوری کیوں نہ کروں۔ چنانچہ مسجد میں آئے، دو رکعت کی نیت باندھی، نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنے لگ گئے، پھر تلاوت کی، پھر دعا مانگتے رہے، رکوع و سجود میں خوب گڑگڑاتے رہے۔ حتیٰ کہ وقت ختم ہو گیا۔ شام کو واپس آ گئے۔ دوستوں نے کہا، سناؤ بھائی! کچھ لائے؟ کہنے لگے، میں نے بڑے کی مزدوری کی ہے وہ مزدوری پوری پوری دیتا ہے، وہ مجھے ضرور مزدوری دے گا۔ اس دن تو فاقہ ہو گیا۔

اگلے دن دوسرے کی باری آئی۔ دو تو سبق پڑھنے چلے گئے اور تیسرے کے دل میں بھی یہی بات آئی کہ جب مزدوری ہی کرنی ہے تو میں اللہ تعالی کی مزدوری کیوں نہ کروں۔ اس نے بھی وہی کام کئے جو پہلے نے کئے تھے۔ شام کو واپس آئے تو ساتھیوں نے پوچھا، کیا بنا؟ کہنے لگا' میں نے ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو اپنے غلاموں کا بڑا ہی خیال رکھنے والا ہے اور مجھے امید ہے کہ مجھے پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس

طرح دوسرا دن بھی فاقہ میں گزر گیا۔

اگلے دن تیسرے آدمی نے بھی یہی معاملہ کیا۔ اس نے بھی سوچا کہ جب اللہ تعالی نے دینا ہے تو پھر اسی سے مانگتے ہیں، اس کے وعدے تو سچے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی تیسرے دن عبادت کرتا رہا اور شام کو خالی ہاتھ واپس آ گیا اور فاقہ ہی رہا۔

وقت کا بادشاہ رات کو سویا ہوا تھا۔ اچانک اس نے ایک آوار سنی اور اٹھ بیٹھا۔ اس نے دیکھا کہ محل کی چھت پر سے کوئی نیچے اتر رہا ہے۔ حیران ہوا کہ میرے محل کی چھت پر رات کے وقت کون ہے۔ جب غور سے دیکھا تو وہ عجیب شکل کی بلا تھی۔ اس نے اپنا پنجہ سیدھا کیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے قریب پہنچ کر اس بلا نے کہا کہ سفیان ثوریؒ اور اس کے ساتھیوں کا خیال کرو ورنہ تمہیں تھپڑ لگے گا۔ پھر اس بلاء نے اپنے پنجے کو سمیٹا اور واپس چلی گئی۔

بادشاہ کے تو پسینے کی وجہ سے سب کپڑے بھیگ گئے۔ اس نے اٹھ کر شور مچا دیا کہ پتہ کرو کہ سفیان ثوری کون ہے۔ سبحان اللہ اگر کسی عام بندے کی نوکری کرتے تو کچھ تھوڑا سا مل جاتا مگر پوری حکومت اس طرح حرکت میں نہ آتی۔ انہوں نے چونکہ بڑے کی نوکری کی تھی اس لئے اس کی مخلوق اسی وقت اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئی۔ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ تم کچھ ہیرے، چاندی اور دینار بھی لے جاؤ، وہ جہاں ملیں وہاں ان کو دے دینا اور اس کے بعد بڑے اکرام سے میرے پاس لے کر آ جانا۔ پوری مملکت ڈھونڈتی پھرتی تھی کہ سفیان ثوریؒ کہاں، سفیان ثوری کہاں۔ حتی کہ ایک آدمی مدرسہ میں پہنچا۔ کہنے لگا، بادشاہ سلامت کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے۔ ان تینوں دوستوں نے کہا کہ جس مالک سے ہم نے مانگا تھا اس نے دینے کیلئے اپنے بندوں کو ہمارے پیچھے بھیج دیا ہے۔ اب ان بندوں کے پاس چل کر جانا ہماری غیرت ایمانی کے خلاف ہے۔ ہمارا پروردگار اس بات پر قادر ہے کہ ہم اگر

سبحان اللہ پڑھ لیں تو وہ ہماری بھوک اور پیاس کو دور کر دے گا۔ چنانچہ جتنے دن باقی رہنا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی بھوک اور پیاس کو دور کر دیتا تھا۔

دنیا کا مال پیسہ ملا مگر انہوں نے ٹھکرا دیا۔ کیونکہ اللہ والوں کو یہ ٹھیکریاں نظر آتی ہیں۔ ہمارے لئے چونکہ یہ ہیرے اور موتی ہوتے ہیں اس لئے ہماری آنکھیں ان کو دیکھ کر چندھیا جاتی ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا زہد:

ہمارے سلسلہء عالیہ نقشبندیہ کے ایک شیخ مرزا مظہر جان جاناںؒ کو وقت کے گورنر نے پیغام بھیجا کہ حضرت! آپ تشریف لائیے۔ آپ کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ فائدہ اٹھانے کیلئے آتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کیلئے زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مختص کر دیا جائے۔ حضرتؒ نے جواب بھجوایا کہ کہ اللہ رب العزت نے اس دنیا کو قلیل فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (النسآء: 77) (آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع قلیل ہے)۔ جس پوری دنیا کو اللہ تعالیٰ نے قلیل کہا، اس قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اس تھوڑے سے حصہ میں سے آپ تھوڑا سا حصہ مجھے دینا چاہتے ہیں تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا زہد:

ایک مرتبہ حاکم وقت نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام ایک رقعہ لکھا کہ آپ لوگوں کو اللہ اللہ سکھاتے ہیں اور دور دراز سے آکر لوگ آپ سے فیضیاب ہوتے ہیں اس لئے میں نے خوش ہو کر آپ کو علاقہ نیمروز کا گورنر بنا دیا ہے۔ حضرتؒ نے اسی رقعہ کی پشت پر اس کا ایسا جواب لکھ کر واپس بھیجا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا، جب سے مجھے نیم شب کی حکمرانی ملی ہے تب سے میری نظروں میں نیمروز کی حکمرانی مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔

امام شافعیؒ کا فتویٰ:

امام شافعیؒ نے فتویٰ دیا کہ اگر کوئی آدمی وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد اس بندے کو دی جائے جو انسانوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ زاہد انسان دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند انسان ہوتا ہے۔لہٰذا اسے اس کی جائیداد کا وارث بنا دیا جائے کیونکہ اس نے دنیا کی حقیقت کو دیکھ لیا ہوتا ہے اور اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل چکی ہوتی ہے۔

ایک فقیر کی دنیا سے بے رغبتی:

ایک بادشاہ کہیں جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ راستے میں ایک فقیر لیٹا ہوا ہے۔اور اس نے بادشاہ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں۔بادشاہ حیران ہوا کہ ساری دنیا میری جی حضوری کرنے والی ہے اور یہ عجیب آدمی ہے کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور میری طرف پاؤں پھیلائے سویا ہوا ہے۔چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اس کو کچھ پیسے دے دو۔جب اس کے نوکر نے پیسے آگے بڑھائے تو فقیر کہنے لگا، بادشاہ سلامت! جب سے میں نے آپ کی طرف سے ہاتھ ہٹائے ہیں تب سے میں نے آپ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں۔سبحان اللہ، یہ ہیں زاہد لوگ جن کے دلوں میں دنیا کی محبت نہیں ہوتی۔

دنیا ایک دن کی ہے:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے اَلدُّنْيَا يَوْمٌ وَلَنَا فِيْهَا صَوْمٌ کہ دنیا ایک دن کی ہے اور ہم نے اس ایک دن میں روزہ رکھا ہوا ہے۔تو مومن اس دنیا میں روزہ دار کی مانند ہے جو کہ حدود و قیود میں زندگی گزارتا ہے۔عیش و آرام کی جگہ آخرت ہے۔دنیا میں مرتے دم تک انسان کو سنت و شریعت کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آخرت میں بھی انسان کو یہ زندگی ایک خواب کی مانند نظر آئے گی

اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (النزعت:46) کہ گویا ہم ایک پہر یا اس کا کچھ حصہ دنیا میں زندگی گزار آئے ہیں۔

خواجہ احمد سعیدؒ کی دنیا سے بے رغبتی:

خواجہ احمد سعیدؒ ہمارے سلسلہء عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں۔ آپ حضرت ابو سعیدؒ کے بیٹے اور شاہ عبدالغنیؒ کے بھائی ہیں۔ شاہ عبدالغنیؒ وہ محدث ہیں جو حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ وغیرہ کے استاد کہے جاتے ہیں۔ جن کا فیض آج دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔

انگریز کے دور حکومت میں خواجہ احمد سعیدؒ اور شاہ عبدالغنیؒ یہاں سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے۔ کم و بیش سو آدمیوں کا قافلہ تھا۔ وہاں گئے تو بہت تنگی تھی۔ کسمپرسی کی حالت بنی ہوئی تھی، فاقے آ رہے تھے، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے۔ اس دوران میں شاہ عبدالغنیؒ جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم یہاں کے مقامی لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو اپنی حالت بتائیں تا کہ بچوں کیلئے کچھ انتظام ہو سکے۔ انہوں نے آ کر بھائی شاہ احمد سعیدؒ سے کہا کہ میرے دل میں اس طرح کا خیال آیا ہے۔ حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے عجیب جواب دیا۔ فرمایا، میری حالت ایسے ہے کہ جیسے ایک روزہ دار نے روزہ رکھا ہوا ہے اور اس کے افطار کرنے میں چند منٹ باقی ہیں۔ کیا آپ ایسے آدمی کو کسی وجہ سے روزہ توڑنے کا حکم دیں گے یا روزہ مکمل کرنے کا حکم دیں گے۔ چونکہ عالم تھے اس لئے علمی انداز میں بات کہی۔ وہ کہنے لگے' کہ اگر اتنا تھوڑا سا وقت باقی ہے تو روزہ مکمل کرنے کا مشورہ دیا جائے گا۔ فرمایا' میرا یہی حال ہے کہ میں اس دنیا میں روزہ دار ہوں' اب افطار کا وقت قریب ہے اور میں اب اپنی دنیا کا روزہ توڑنا نہیں چاہتا۔

رزق کی فکر:

آپ سوچیں گے کہ اس طرح زہد اختیار کرنے والے کہاں سے کھاتے ہوں گے۔ جی ہاں، جس کے دل میں دنیا کی حقیقت بیٹھ جاتی ہے اسے پھر زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی آجاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں امام صاحب نے حضرت سے پوچھا، سنائیے جی! روٹی کھانے کیلئے کیا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، پہلے میں اپنی نماز لوٹا لوں پھر میں تجھے جواب دوں گا۔ اس نے پھر کہا، کیا مطلب؟ فرمایا، تم امام بن گئے ہو اور تمہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ اللہ تعالی میرا رازق ہے۔ کہنے لگا، حضرت! کچھ تفصیل تو بتائیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، جس دن سے یہ آیت قرآن میں پڑھی وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (الذریت:22) کہ رزق تو تمہارا آسمانوں میں ہے، اس کے بعد سر سے رزق کا غم اتر گیا۔

میرے دوستو! اللہ کو منا کر رکھیں۔ پھر دیکھنا کہ اللہ تعالی رزق کی فراوانی کر دے گا۔ اس رزق میں بیوی، بچے، گھر بار، یہ بہاریں، سکون اور تمام ضروریات زندگی شامل ہیں۔ اور ہماری یہ حالت ہے کہ رزق کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہوتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

آج ایسا وقت آچکا ہے کہ اندازاً سو میں سے کم و بیش نوے آدمی اگر مشائخ کے پاس آتے ہیں کہیں نہ کہیں ان کے دلوں میں دنیا چھپی ہوتی ہے۔ کوئی دم کروانے آ گیا، کوئی تعویذ لینے آ گیا، کوئی دعا کروانے آ گیا۔ اگر ان دعاؤں کے پیچھے دیکھیں تو کسی کا کاروبار ہوگا، کسی کا گھر بار ہوگا اور کسی کا کوئی اور معاملہ پھنسا ہوا ہوگا۔ بلکہ ہر آنے والا آجکل کا سالک چار باتیں کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ تو یہ بات کرتا

ہے کہ حضرت! میں نے بڑے مشائخ ڈھونڈے مگر آپ میرے پیرومرشد ہیں، میرے اوپر توجہ فرما دیجئے ویسے مجھے جلدی گھر جانا ہے۔ دوسری بات یہ کرتا ہے کہ حضرت! کاروبار بھی آج کل ٹھیک نہیں ہے اس کیلئے پڑھنے کیلئے کچھ فرما دیں ویسے مجھے جلدی گھر جانا ہے۔ تیسری بات یہ کہ حضرت! گھر میں بھی کچھ چپقلش رہتی ہے اس کیلئے بھی کوئی نقش دے دیجئے ویسے مجھے جلدی گھر جانا ہے۔ اور آخری بات یہ کرتا ہے کہ حضرت! کیا کروں مراقبہ نہیں ہوسکتا، آپ ہی کچھ توجہ فرما دیجئے ویسے مجھے جلدی گھر جانا ہے جب کم ہمتی کا یہ حال ہو جائے تو ذرا سوچئے کہ انسان باطنی مدارج کو کیسے طے کرے گا۔ یہ راستہ تو بلند ہمتی، محنت اور مجاہدہ چاہتا ہے۔ صوفی تو مَن کا سچا اور دُھن کا پکا ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں جس شخص کو دھن اور دھیان نصیب ہو جائے وہ خوش قسمت انسان ہوتا ہے۔ یعنی مقصد کے حاصل کرنے کی اس میں دھن ہو اور وہ پورے دھیان سے اس کام میں لگا ہوا ہو۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥